شہیدانِ روم

شہیدانِ روم

قدیم روم کی سرگذشت

ناشرین

مینارِ کتب ۳۶ فیروز پور روڈ لاہور

سرورق ——— فاطر پرنٹرز، لاہور

بار ——— پنجم

تعداد ——— ایک ہزار

قیمت ——— ۱۲ روپے

سنہ ۱۹۹۳

مینیجر مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور نے طفیل آرٹ پرنٹرز، لاہور سے چھپوا کر شائع کیا۔

فہرست مضامین

		صفحہ
پیش لفظ		۴
پہلا باب	رومی جشن پرگشت وخون	۶
دوسرا باب	فوجی افسروں کا کیمپ	۲۰
تیسرا باب	شاہراہ اپیان	۳۱
چوتھا باب	زمین دوز قبرستان	۴۰
پانچواں باب	مسیحوں کا راز	۵۰
چھٹا باب	گواہوں کا بادل	۶۰
ساتواں باب	ایمان کا اقرار	۸۳
آٹھواں باب	تہ خانوں میں گذرے اوقات	۹۵
نواں باب	ایذا رسانی	۱۱۱
دسواں باب	گرفتاری	۱۲۱
گیارھواں باب	پیشکش	۱۳۱
بارھواں باب	پولیو کا مقدمہ	۱۴۲
تیرھواں باب	پولیو کی موت	۱۵۲
چودھواں باب	آزمائش	۱۶۱
پندرھواں باب	لوکس	۱۷۲

پیشِ لفظ

زیرِ نظر کتاب بہت سال گذرے شائع ہوئی تھی۔ اس کی ایک جلد آج سے ایک سو سال پہلے ۱۸۷۶ء میں ایک ڈوبتے ہوئے بحری جہاز سے ملی تھی۔ یہ کتاب دوبارہ شائع کر کے اس اُمید کے ساتھ پیش کی جاتی ہے کہ ان آخری ایام میں اہلِ دین میں سے ہوشمند اور غافل دونوں کے سامنے اُن مُقدّسین کی سیرت کی تصویر کشی کی جائے جنہوں نے اپنے منجی یسوع مسیح کی خاطر بُت پرست رومیوں کے ہاتھوں نہایت شدید ایذا رسانی برداشت کی۔

نیز اُنہوں نے اس دَور میں اپنے ایمان کی خاطر کیسی کیسی مصیبتوں کو جھیلا۔ ہمارا ایمان ہے کہ کلامِ مُقدّس کے مطابق یہ ایذا رسانی مستقبل میں پہلے سے بھی زیادہ شدید صورت میں دُہرائی جائیگی۔

خدا کرے کہ یہ کتاب ہمیں اس بات سے آگاہ کرے کہ ہمارا خداوند اگر اپنی آمدِ ثانی میں مزید تاخیر کرے تو عین ممکن ہے ہمیں بھی اُس کی خاطر ایسی ہی اذیتیں برداشت کرنی پڑیں۔

ہمارے سکولوں اور کالجوں میں فی زمانہ بائبل مُقدّس کا کوئی مقام نہیں۔ خاندانی عبادت کا معمول بھی نہیں رہا اور بشارت بھی قریب قریب ختم ہے۔ توبہ کی ترغیب اور بلاہٹ جو لودیکیہ کی کلیسیا کو دی گئی تھی آج نقّار خانے میں طوطی کی آواز معلوم ہوتی ہے۔

ایسے وقت میں شہیدوں کا لہو زمین سے پکار پکار کر ہر ملک کے مسیحیوں کو دعوتِ فکر و عمل دیتا ہے ۔ ہم اُن کی دیرینہ پکار کو کان کھول کر سنیں کہ

"آ خداوند یسوع! جلد آ۔"

آیئے ہم ابتدائی کلیسیا کے اِن شہیدوں کی ثابت قدمی کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے "منجیٔ دو جہان" کے ساتھ اپنی محبت اور وفاداری کا نیا عہد باندھیں۔

پہلا باب

رومی جشن پر گشت و خون

رُوم میں کوئی جشن منایا جا رہا تھا۔ اسی تقریب کے سلسلے میں اُس کی ساری آبادی اپنے گھروں کی چار دیواری سے باہر اُمڈ پڑی تھی اور سب ایک ہی سمت کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ان کی منزل سَو دروازوں والی گول تماشا گاہ تھی۔ جہاں پہنچ کر وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔

اس تماشا گاہ کے اندر عجب نظارہ تھا۔ ایک وسیع و عریض دنگل کے گرداگرد نشستوں کے دائرے قطار در قطار نیچے سے اُوپر کو اُٹھتے چلے گئے تھے اور ان نشستوں کی بلندی بیرونی دیوار تک پہنچتے پہنچتے .. فٹ ہو گئی تھی۔ اس وقت تمام کی تمام نشستیں تماشائیوں سے پُر تھیں۔ ہر طبقے اور ہر عمر کے لوگ نظر آ رہے تھے۔ قطار اندر قطار سخت گیر چہروں کا اتنا بڑا ہجوم دیکھنے والے کو مرعوب کئے دیتا تھا۔ اس تماشا گاہ میں اس وقت ایک لاکھ سے زائد لوگ ایک جذبے کے تحت موجود تھے، اور یہ جذبہ خونریزی کا تماشا دیکھنے کی خواہش کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

تماشاگاہ کی سب سے نمایاں جگہ میں شہنشاہ ولیسیئس کی نشست تھی۔ اُس کے دائیں بائیں دونوں طرف روم کے ممتاز عہدہ دار اور معزز شہری بیٹھے ہُوئے تھے۔ اِن ہی کے درمیان شہنشاہ کی محافظ سپاہ کے افسرانِ اعلےٰ بھی تھے جو دنگل کے خونریز تماشے پر اپنی ماہرانہ تنقید کرتے جاتے تھے۔ اُن کا شاندار لباس، ہلکا پھلکا خوش باش اندازِ گفتار اور اُن کے چٹکلے اور قہقہے گرد و پیش بیٹھنے والوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔

اِن تماشائیوں میں بڑے بڑے جنگی سُورما بھی تھے جنہوں نے میدانِ جنگ میں اپنے لیئے نام پیدا کیا تھا، تاہم وہ اِس وقت یہ بُزدلانہ مناظر دیکھ کر کوئی پشیمانی محسوس نہ کرتے تھے۔ قدیم اور نامور رومی گھرانوں کے شرفاء بھی موجود تھے لیکن اُنہیں بھی اس خوفناک کشت و خون کا نظارہ کرنے میں کوئی عار نہ تھا۔ غرض ملک کے فلاسفر، شاعر، پروہت، حاکم، ادنیٰ اور اعلیٰ سب ہی یہاں حاضر تھے اور سب ہی ان خونی مناظر کو دیکھ کر یکساں لطف اندوز ہو رہے تھے۔

آہ! رُومیوں کو اپنی تہذیب و تمدن پر کتنا ناز تھا۔ لیکن ظلم و ستم کے یہ خونریز تماشے اس تہذیب کی اخلاقی گراوٹ کی افسوسناک تشریح تھے۔ ایسی صورت میں روم کے لئے کیا اُمید ہو سکتی تھی!

تماشاگاہ میں پروگرام کی ابتدا ہو چکی تھی۔ کئی قسم کے ابتدائیہ مناظر کے بعد لڑائیوں کے مقابلے شروع ہوئے۔ بہت سے پہلوانوں نے کشتی کے کمال دکھائے اور اپنے حریف کو جان سے مار کر دم لیا۔ ان مقابلوں کا مقصد تماشائیوں کو اُکسانا تھا کہ وہ آئندہ ہونے والے خونریز مقابلوں کا

بے تابی سے انتظار کریں۔

ایک افریقی پہلوان نے تماشائیوں سے خاص طور پر خراج تحسین حاصل کیا۔ وہ خوب لمبا تڑنگا اور قوی ہیکل تھا۔ اس میں جسمانی طاقت اور فنی مہارت دونوں بدرجہ اتم موجود تھیں اور اسے اپنی چھوٹی تلوار کے استعمال میں کمال حاصل تھا۔ وہ اب تک اپنے ہر حریف کو قتل کر چکا تھا۔

اب اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے بنا وبہ کے پہلوان کو بھیجا گیا۔ وہ قد و قامت کے لحاظ سے افریقی پہلوان کے لئے برابر کی چوٹ تھا، تاہم وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے سے بہت مختلف نظر آتے تھے۔ حبشی پہلوان کی آنکھیں اور رنگت سیاہ اور بال گھنگھریالے تھے جب کہ بنا وبہ کے پہلوان کی آنکھیں سرمئی، رنگت گوری اور بال سنہری تھے۔ ان دونوں کے درمیان مقابلہ بڑا دلچسپ اور ولولہ انگیز تھا۔ دونوں اپنی طاقت اور فنی مہارت میں اس قدر ہم پلہ تھے کہ یہ کہنا مشکل تھا کہ کون جیتے گا۔ لیکن چونکہ افریقی پیشتر ازیں کئی مقابلے لڑ چکا تھا اس لئے یہ امر قرین قیاس تھا کہ تھکان کے باعث وہ دوسرے سے مات کھا جائے۔ دونوں اس وقت جی توڑ کر لڑ رہے تھے۔ گورے شخص نے کئی دفعہ بھرپور وار کیا مگر افریقی اپنی فنی مہارت کے باعث اپنا بچاؤ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ افریقی اگر تنومند اور پھرتیلا تھا تو اس کا حریف اتنا ہی بیدار مغز اور خبردار، لہٰذا ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا۔

آخرکار انہیں لڑائی بند کرنے کا اشارہ دیا گیا اور محافظ انکو دنگل سے باہر لے گئے۔ لیکن یہ اقدام ان کی اعلیٰ کارکردگی کے صلے میں یا انکی تھکان کی

رعایت سے نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس لئے کہ انہیں عوام کو خوش کرنے کے لئے تھوڑی دیر بعد مناسب موقع پر پھر لڑایا جائے۔

اس کے بعد بہت سے آدمیوں کو دنگل میں لایا گیا۔ اِن سب کے پاس بھی چھوٹی چھوٹی تلواریں تھیں۔ دنگل میں داخل ہوتے ہی انہوں نے حملہ کر دیا۔ یہ فریقین کا مقابلہ نہیں تھا بلکہ عام لڑائی تھی جس میں ہر فرد اپنے پاس کھڑے فرد کا مخالف تھا۔ ایسے مناظر سب سے زیادہ خونریز اور ولولہ خیز ہوتے تھے اور اِس قسم کی لڑائیوں میں کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ آدمیوں کا صفایا ہو جاتا تھا۔ اَب یہ پانچ سو نوجوانوں جو اپنی طاقت اور جوانی کے عین جوبن پر تھے ایک دوسرے کو قتل کرنے کی سعی میں بے طرح گڈمڈ ہو گئے تھے۔ کبھی وہ ایک ہی جگہ ایک دوسرے پر آ گرتے تو کبھی وُہ لڑتے لڑتے دو دو کے جوڑوں میں بٹ کر دنگل میں پھیل جاتے، جب کہ اُن کے ساتھیوں کی لاشیں اُن کے پاؤں میں گاجر مُولی کی طرح کٹی پڑی ہوتی تھیں۔

دو دو کے مقابلوں کے فاتح پھر ایک دوسرے کے خلاف ایک جگہ جمگھٹا بنا کر دوبارہ لڑنے لگتے۔ اب پانچ سو جوانوں میں سے گِنتے مَرتے صرف سو آدمی باقی رہ گئے۔ اور یہ بھی زخمی اور تھکان سے چُور تھے۔ وُہ مزید مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے۔

تب منتظمین کے ایما پر دو آدمی مقابل سمت سے اکھاڑے میں کُود پڑے۔ یہ دو شخص وہی افریقی پہلوان اور اُسکا حریف بنادی پہلوان تھے جو اِس سے تھوڑی دیر پہلے ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔ اِن دونوں نے تازہ دم ہو کر زخموں سے چور افراد پر ہلہ بول دیا، جن میں نہ متحد ہو کر لڑنے کی

ہوئے اُس کی طرف لپکا۔ آخر کار شیر اُس سے کچھ فاصلے پر گھات کے انداز میں اکڑوں بیٹھ گیا۔ یکایک اُس نے چھلانگ لگائی۔ لیکن میبصر اس کے لیئے تیار تھا۔ بجلی کی سی پھرتی کے ساتھ وہ بائیں طرف ہٹ گیا اور جونہی شیر زمین پر گرا اُس نے اپنی تلوار سیدھی اُس کے دل میں گھونپ دی۔ شیر کا تن سر سے پاؤں تک کپکپا اُٹھا۔ وہ آخری دفعہ گرجا مگر یہ آواز شیر کی گرج کی بجائے انسانی چیخ سے زیادہ نہ تھی۔ اِس کے بعد وہ ریت پر گر پڑا اور اُس کا دم نکل گیا۔

ایک دفعہ پھر تماشا گاہ تالیوں کے زور سے گونج اُٹھی۔

"کمال کر دیا۔" مارسلس پکار اُٹھا " مَیں نے اِس سے پیشتر کسی میں اتنی جُرأت اور اتنی فنی مہارت نہیں دیکھی۔"

"اس میں شک نہیں کہ وہ اپنی ساری عمر لڑتا رہا ہے" اُس کے دوست نے اپنی رائے دی۔

جب شیر کی لاش اٹھوا دی گئی تو بنگلے کا دروازہ پھر کھلا۔ اس مرتبہ شیر ببر کے ساتھ قسمت آزمائی تھی۔ شیر آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ادھر اُدھر کو باحیرت سے نگاہ ڈالی۔ یہ درندہ اپنی نسل کے شیروں میں سے جسامت میں سب سے زیادہ بڑا تھا اور اُسے عرصے سے کسی باہر لڑنے سے مقابلے کے لیئے محفوظ رکھا تھا۔ یُوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ شیر ببر پہلے والے شیر کی طرح کے دو جانوروں سے بیک وقت نپٹ سکتا ہے۔ قوی ہیکل میبصر تو اُس کے سامنے بچہ نظر آتا تھا۔ اِس شیر ببر کو دیر سے بھوکا رکھا گیا تھا تاہم وہ پہلے شیر کی مانند غضبناک دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اُس نے دنگل کی دیوار کے ساتھ ساتھ پُورا چکر لگایا گویا فرار کی راہ تلاش کر رہا

ہو لیکن ہر راستہ کو بند پا کر وہ واپس درمیان میں آ گیا اور فرش کے ساتھ منہ لگا کر اس زور سے دھاڑا کہ تماشا گاہ کی بنیادیں ہل گئیں۔

لیکن اس جگہ پاش گرج کا میسر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ تلوار ہاتھ میں لئے چوکنا کھڑا تھا۔ آخر وہ لمحہ آیا جب شیر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا اور وحشی درندہ اور انسان آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو گھورنے لگے۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ انسان کی پر اطمینان نگاہ سے شیر غضبناک ہو گیا۔ وہ پیچھے کو ہٹا۔ اس کی دم اور اس کے جسم کے سارے بال اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔ اس نے گردن کے بالوں کو زور سے جنبش دی اور اپنے حریف سے کچھ فاصلے پر گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ تماشائیوں کا جم غفیر سکتے کے سے عالم میں کھڑا ہو گیا کیونکہ یہ ولولہ خیز منظر ان کی طبع کے عین مطابق تھا۔ اچانک انہوں نے شیر کے بھورے جسم کو فضا میں ابھرتے دیکھا۔ مگر تماشا گر نے جو اس چھلانگ کے لئے بالکل تیار ایک طرف ہٹ کر حسب سابق ضرب لگانے کی کوشش کی۔ اب کی مرتبہ نشانہ چوک گیا۔ تلوار شیر کی پسلی پر لگی اور اس پر طرہ یہ کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا پڑی۔

شیر کو معمولی زخم آیا تھا لیکن اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انتہائی غضبناک ہو کر اس کی طرف جھپٹا۔ نہتا میسر اب صرف اپنا بچاؤ کر سکتا تھا اور شیر کے ہر حملے سے پھرتی سے ہٹ کر اس کا وار رد کرتا رہا۔ میسر کی ہر حرکت جچی تلی اور ... کے تحت تھی کہ کسی طرح وہ اس جگہ پہنچے جہاں تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی تھی۔

آخر کار وہ وہاں پہنچنے اور وہ اسے ہاتھ میں لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اب وہ اپنی آزمودہ تلوار کو ہاتھ میں لے کر اپنے حریف کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔ شیر

ببر پہلے کی طرح اُس پر جھپٹا۔ اِس مرتبہ میسر کا نشانہ ٹھیک بیٹھا۔ شیر کا قوی جسم درد سے بلبلا اُٹھا۔ وہ اگلے ہی لمحے اُٹھ کر بے خبری سے جنگلے کے اُس دروازے کی طرف بھاگا جس سے وہ داخل ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر اُس کی طاقت جواب دے گئی اور اُس نے دروازے کے سامنے دھم سے گر کر دم توڑ دیا۔

اب ملازم میسر کو دنگل سے باہر لے گئے اور اس کی جگہ تباوی دوبارہ دنگل میں آ کھڑا ہوا۔ یہ اِس لئے کیا گیا تھا کہ رومی لوگ نئے سے نئے منظر دیکھنے کے شوقین تھے۔ اُس کا مقابلہ ایک چھوٹے شیر سے ہوا جسے اُس نے جلد ہی ٹھکانے لگا دیا۔ پھر ایک اور شیر ببر لایا گیا۔ یہ اپنی عام جسامت کے باوجود نہایت وحشتناک تھا مگر جلد ہی یہ امر واضح ہو گیا کہ یہ تماشاگر میسر کے پاسنگ کا نہیں۔ شیر نے چھلانگ لگائی اور ضرب کھائی لیکن دوسرے حملہ میں اُس نے حریف کو دبوچ لیا اور اُسے تکا بوٹی کر ڈالا۔

پھر میسر کو بُلایا گیا جس نے بطور سابق بآسانی شیر کو مار ڈالا۔ اب میسر دنگل کے درمیان میں بحیثیت فاتح کھڑا تھا۔ لوگ اُس کی شجاعت اور فنی مہارت پر عش عش کر اُٹھے۔ تالیوں کے شور نے آسمان سر پر اُٹھا لیا لیکن تالیوں کی گونج ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ متقابل سمت سے ایک اور شخص دنگل میں داخل ہوا۔ یہ وہی افریقی تھا۔ اُس کے زخمی بازو کی مرہم پٹی نہ کی گئی تھی۔ وہ لہو سے لت پت بے جان سا اُس کے پہلو میں لٹک رہا تھا۔ وہ درد کی حالت میں لڑکھڑاتے ہوئے آگے آیا۔ رومی جانتے تھے کہ اُسے مارے جانے ہی کو بھیجا گیا ہے۔ اور وہ بدنصیب خود بھی اس امر سے آگاہ تھا۔ کیونکہ اپنے حریف کے نزدیک آنے پر اُس نے اپنی تلوار کو زمین پر پھینک دیا اور بولا

"جلدی کرو۔ مجھے مار ڈالو اور درد سے رہائی دلاؤ۔"

لیکن تماشائی یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ میبقر نے پیچھے ہٹ کر اپنی تلوار زمین پر پھینک دی اور دونوں ہاتھ بڑھا کر شہنشاہ کی سمت نگاہ اُٹھا کر یوں التجا کی۔

"اے عظیم شہنشاہ! میں جنگلی درندوں سے لڑنے کو تیار ہوں مگر اپنے ساتھی انسان کے خلاف ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا۔ میں مسیحی ہوں۔ مجھے موت منظور ہے مگر قتل کرنا گوارا نہیں۔" اس پر تماشائی طیش میں آکر طرح طرح کے آوازے کسنے لگے اور کہرام سا مچ گیا۔ مارسلس نے کہا

"کیا کہہ رہا ہے؟ مسیحی ہے؟ کب سے؟"

لوکلس نے جواب دیا "میں نے سُنا تھا کہ بعض مسیحی اُس کی کوٹھڑی میں اُس سے ملاقات کرنے آتے رہتے ہیں۔ وہ اُن کی باتوں میں آکر اُن کے فرقے میں شامل ہو گیا ہوگا۔ یہ لوگ پرلے درجے کے ذلیل انسان ہیں۔ ہاں غالباً وہ مسیحی ہے۔"

"اور کیا وہ لڑنے کی بجائے موت قبول کرے گا؟"

"ان تعصب زدوں کا یہی حال ہے۔"

عیش پسند تماشائی اب حیرت زدہ نہیں بلکہ غضبناک ہو گئے تھے۔ وہ اس بات پر تلملا اُٹھے تھے کہ اِس تماشا گر نے اُنہیں تفریح مہیا کرنے سے انکار کی جرأت کیسے کی! لوگوں کے جذبات کو بھانپ کر محافظ میبقر کی طرف دوڑے اور اس سے کہا کہ تجھے ضرور لڑنا پڑے گا۔ ایک طرف جتنا اصرار تھا دوسری طرف اُتنا ہی پُر زور انکار۔ میبقر اپنے فیصلے سے ٹس سے مس نہ ہوا۔ وہ خالی ہاتھ افریقی کی طرف بڑھا جسے وہ اپنی مٹھی کی ایک ہی ضرب سے ہلاک کر سکتا تھا۔ افریقی کا چہرہ حیرت، خوشی اور فتح کے خیال سے شیطان کی طرح مکروہ دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے اپنی تلوار کو مضبوطی سے میبقر کے

سینے میں گھونپ دیا۔

آواز آئی "خداوند یسوع میری رُوح کو قبول کر۔"

یہ لفظ خون کے فوارے میں ڈوب گئے اور یہ دلاور گواہ اس جہاں سے رحلت کر کے شہیدوں کی صف میں جا کھڑا ہُوا۔

مارسلس بولا "کیا اِس قسم کے نظارے اکثر دیکھنے میں آتے ہیں؟"

"ہاں اکثر۔ جب بھی مسیحی لوگ دنگل میں لائے جائیں ایسا ہی تماشا ہوتا ہے۔ یہ لوگ درندوں سے جان لڑا سکتے ہیں، یہاں تک کہ اِن کی جوان لڑکیاں بھی چُپ چاپ شیر چیتوں کے سامنے جا کھڑی ہوتی ہیں۔ مگر ان پاگلوں میں سے کوئی آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ لڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اِس میں شک نہیں کہ عوام میسر کی اِس حرکت سے بڑے مایوس ہُوئے ہیں۔ وہ تماشہ گروں میں سب سے زیادہ ماہر اور سب سے زیادہ دلاور تھا۔ مسیحیت کو اختیار کرنے میں اُس نے انتہائی حماقت کی ہے۔"

"تاہم یہ مذہب یقیناً قابلِ تعریف ہے جو ایک حقیر تماشہ گر کو اِس قدر بلند کردار بنا سکتا ہے۔"

"خیر تمہیں اِس فرقے کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا بڑا موقع ملے گا۔"

"کیوں؟"

"کیا تم نے نہیں سُنا کہ مسیحیوں کو تلاش کرنے کی ذمہ داری تمہارے سپرد ہُوئی ہے؟ وہ پرانے زمین دوز قبرستان میں چھپے ہُوئے ہیں اور ضرور ہے کہ اُنہیں ڈھونڈ نکالا جائے۔"

"کیا وہ پہلے ہی خاصی سزا نہیں پا چکے؟ آج صبح ہی اُن میں سے پچاس

کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔

"اور گذشتہ ہفتے پُورے سَو کے سر قلم کر دیئے گئے۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ شہر اُن سے پٹا پڑا ہے۔ جب سے یہ مسیحی منظر پر آئے ہیں ہماری سلطنت کا زوال شروع ہوگیا ہے لہٰذا شہنشاہ نے اُن کو ملیا میٹ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ یہ لعنتی اِسی سلوک کے مستحق ہیں۔ یہاں تم بھی جلد ہی یہ ساری باتیں سمجھ جاؤ گے[۱]"

مارسلس نے انکساری سے کہا "مجھے روم میں زیادہ دیر رہنے کا موقع ہی نہیں مِلا کہ یہ سب باتیں جان سکوں اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ مسیحیوں کا عقیدہ کیا ہے۔ میں نے یہی سُنا ہے کہ ہر قسم کے جُرم کو اُن سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ خیر جیسا تم ابھی کہہ رہے تھے مجھے یہ سب معلوم کرنے کا موقع مِلے گا۔"

اب اُن کی توجہ ایک اور منظر کی طرف ہوگئی۔ ایک عمر رسیدہ آدمی اکھاڑے میں چلا آرہا تھا۔ بڑھاپے کے باعث اُس کا جسم جُھکا ہوا اور اُس کے بال چاندی کی طرح سفید تھے۔ تماشائیوں نے مذاقیہ قہقہوں سے اُس کا خیرمقدم کیا حالانکہ اُس کا باوقار چہرہ اور رفتار فقط ادب ولحاظ کے جذبات کو بیدار کرتے تھے۔ ٹھٹھوں کی آواز سُن کر اُس نے اپنا سر تماشائیوں کی طرف اُٹھا کر الفاظ کہے۔ مارسلس بولا "یہ کون ہے؟"

"یہ مسیحیوں کے نفرتی فرقے کا ایک اُستاد ہے۔ اس کا نام سکندر ہے۔ یہ اتنا ضدی ہے کہ کسی طرح اِس دین کے انکار پر آمادہ نہیں ہوتا۔"

۱۔ یہ ایذارسانی ۲۴۹ تا ۲۵۱ء میں شہنشاہ دیسیئس کے عہد میں ہوئی۔

"ذرا سنو وہ کچھ کہہ رہا ہے۔"

اس بزرگ آدمی نے کہا "رومیو! میں مسیحی ہوں۔ میرے خداوند نے میرے لئے جان دی اور میں خوشی سے اُس کے نام کی خاطر اپنی جان قربان کرتا ہوں۔"

تب اُس کی آواز تماشائیوں کے ہجوم کے طعنوں میں ڈوب کر رہ گئی۔ اُن کا شور و غوغا ابھی جاری تھا کہ تین چیتے کودتے ہوئے اُس کی طرف آئے۔ وہ آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائے دست بستہ کھڑا تھا۔ اُسکے ہلتے لب اِس امر کے شاہد تھے کہ وہ دُعا کر رہا ہے۔ وہ اِسی حالت میں کھڑا تھا کہ وحشی درندے اُس پر ٹوٹ پڑے اور چند ہی لمحوں میں اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اب دیگر بہت سے جنگلی جانوروں کو جنگل میں چھوڑ دیا گیا۔ وہ غصے سے چنگھاڑتے ہوئے تماشائیوں اور اپنے درمیان حائل دیوار کی طرف چھلانگیں مارنے لگے۔ پھر مایوس ہو کر ایک دوسرے کو کاٹتے اور بھنبھوڑنے لگے۔ یہ بڑا بھیانک منظر تھا۔

اتنے میں اِن کے درمیان قیدیوں کے ایک بیکس گروہ کو دھکیل دیا گیا۔ یہ جوان سال لڑکیاں تھیں۔ یہ نظارہ دردناک تھا کہ اگر کسی دِل میں رتی بھر رحم ہوتا تو اِس منظر پر بچے کی طرح رو اُٹھتا مگر روم کے اس بے درد شہر میں رحم کی گنجائش کہاں تھی۔ پہلے تو یہ بے چاری لڑکیاں موت کو اتنے ہولناک انداز میں اپنی طرف آتا دیکھ کر سہم گئیں مگر چند لمحوں بعد ہی ایمان کی قوت نے اُنہیں تمام خوف سے بے نیاز کر دیا۔ انہوں نے اپنے حوصلے کو بلند کرنے کی غرض سے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لئے اور اپنی نگاہیں آسمان کی طرف

اُٹھا کر ایک نہایت سنجیدہ اور شیریں نغمہ الاپنا شروع کیا۔ ہر لفظ صفائی سے سُنائی دے رہا تھا:

"جو ہم سے محبت رکھتا ہے

اور جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کو گناہوں سے خلاصی بخشی۔

اور ہم کو ایک بادشاہی دے کر اپنے خدا اور باپ کے لئے کاہن بھی بنا دیا،

اُس کا جلال اور سلطنت ابدالآباد رہے"۔ آمین۔

پھر گانے کی یہ آوازیں یکے بعد دیگرے خون، جانکنی اور بالآخر موت میں ختم ہو گئیں۔ درد کی چیخیں حمد کی للکار کے ساتھ جا ملیں، اور اِن قبول صورت دوشیزاؤں کی روحیں جو موت تک وفادار رہی تھیں اِس جہان سے پرواز کر گئیں تاکہ دوسرے جہان میں جا کر منجّی کی حمد و ثنا میں فرشتوں کے ساتھ ہم آواز ہو جائیں۔

دوسرا باب

فوجی افسروں کا کیمپ

مارسلس ہسپانیہ میں پیدا ہوا اور اُس کی پرورش رومی فوج کے کڑے قوانین و ضوابط کے مطابق کی گئی تھی۔ وہ اپنی فوجی ملازمت کے سلسلے میں افریقہ۔ شام اور برطانیہ میں تعینات رہ چکا تھا، جہاں اُس نے نہ صرف میدانِ جنگ میں ہی نام پیدا کیا بلکہ وہ فوجی کیمپ میں بھی اپنی ہنرمندی کے بل بوتے پر امتیازی حیثیت حاصل کر چکا تھا۔ شہنشاہ کو اُسکی کارکردگی اور اُس کا انداز اور کردار ایسا پسند آیا کہ جلد ہی اُسے فوجی کونسل کے ایک اعلیٰ عہدے پر فائز کر دیا گیا۔

روم میں آنے کے جلد بعد ہی اُس کا تعارف لوکلس نامی ایک جوان مرد فوجی افسر سے ہوا۔ یہ شخص ایک قدیم اور معزز رومی خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ اُسے بیرونِ ملک جانے کا اتفاق نہ ہوا تھا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اُس نے کبھی روم سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ شہنشاہ کی طرح اُسے بھی مارسلس کی مخلص طبع اور صاف گوئی کی عادت بہت بھائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جلد ہی وہ دونوں جگری دوست بن گئے تھے۔ اُس کا خیال تھا کہ روم کے متعلق گہری واقفیت رکھنے کے باعث وہ بعض معاملات میں اپنے دوست کی مدد بھی کر سکے گا اور چونکہ پریتوریان کیمپ یعنی فوجی افسروں کے ایک ہی

کیمپ میں قیام کرتے تھے اس لئے اِن کی دوستی اور رفاقت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

افسروں کا یہ کیمپ شہر پناہ کے قریب ہی واقع تھا اور خود بھی علیحدہ دیوار سے گھرا تھا۔ یہاں سپاہی دیوار کے اندر بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے آرام دِہ کمروں میں رہائش کرتے تھے۔ اس سپاہ کے ارکان کا انتخاب بڑی چھان بین کے بعد کیا جاتا تھا۔ وہ پایۂ تخت میں اپنے تقرر کے باعث خاصے اثر ورسوخ اور اختیار کے مالک تھے۔ وہ حکومت کی ساری کارگزاری پر چھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اِس سپاہ میں کسی کا اعلےٰ عہدے پر تقرر اس کے تابناک مستقبل کی واضح دلیل تھی۔ لہٰذا مارسلس بھی یقینی طور پر شاندار مستقبل کی توقع کر سکتا تھا۔ مزید ترقی اور اعزازات کے لئے اُس کی راہ ہموار ہو چکی تھی۔

تماشاگاہ میں جشن کے دوسرے دن لوکلس اپنے دوست مارسلس کے کمرے میں آیا۔ علیک سلیک کے بعد جلد ہی وہ دونوں اُن مقابلوں کا ذکر کرنے لگے جو اُنہوں نے گذشتہ دن تماشاگاہ میں دیکھے تھے جہاں جانے کا مارسلس کو زندگی میں پہلی مرتبہ اتفاق ہُوا تھا۔

مارسلس لڑائیوں کے متعلق تبادلۂ خیالات کرتے ہُوئے بولا "سچ پوچھو تو ایسے مناظر میرے مزاج کے مطابق نہیں۔ دو تربیت یافتہ اور آزمودہ کار اشخاص کے مقابلے کو دیکھنے میں تو کوئی عار نہیں مگر کل جیسا قتل وخون تو قابلِ نفرت اور بزدلانہ حرکت ہے۔ بھلا میقر کو کیوں قتل کیا گیا؟ وہ نڈر دل آدمی تھا جس کی ہمت وشجاعت کی میں قدر کرتا ہوں۔ خیر وہ تو پھر بھی مرد تھا مگر کمسن بچوں اور بوڑھے کمزور آدمیوں

کو کیوں جنگلی جانوروں کے حوالے کیا گیا؟"

"یہ قانون کے مطابق ہے کیونکہ وہ مسیحی ہیں۔"

"ہمیشہ اسی جواب سے ٹال دیا جاتا ہے کہ وہ مسیحی ہیں۔ آخر انہوں نے کیا کیا ہے؟ مَیں نے دنیا کے کئی حصّوں میں مسیحیوں کو دیکھا ہے، مگر انہیں دنگا فساد میں حصّہ لیتے نہیں دیکھا۔"

"وہ بنی نوع انسان کی بدترین قسم اور نسلِ انسانی کیلئے کلنک کا ٹیکہ ہیں!"

"کہنے کو تو سب لوگ یہی کہہ دیتے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا کسی کے پاس ایسی رائے قائم کرنے کا کوئی جواز بھی ہے؟"

"جواز! ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ میاں اُن کا جرم یہ ہے کہ وہ درپردہ مُلک کے مذہب اور اُسکے قوانین کے خلاف سازش کرتے ہیں، اور ہماری رسُوم کیخلاف اُنکے دل میں اِس قدر گہری اور شدید نفرت ہے کہ وہ ہماری عبادت گاہ میں قربانی چڑھانے کی بجائے مرجانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک مصلوب یہودی کے سوا کسی کو اپنا شاہ تسلیم نہیں کرتے اور اُن کا عقیدہ ہے کہ وہ مصلوب یسوؔع اب تک زندہ ہے۔ ہمارے لئے جو کینہ وکدورت اُن کے دل میں ہے وہ اِس امر سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کہتے رہتے ہیں کہ تم لوگ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ تک عذاب اُٹھاتے رہو گے۔"

"ممکن ہے تمہاری باتیں حقیقت پر مبنی ہوں، لیکن میں اُن کے متعلق کچھ نہیں جانتا اور نہ فی الحال وثوق سے کچھ کہہ سکتا ہوں۔"

"خیر تم پر بھی ان کی حقیقت جلد ہی کھُل جائے گی۔ شہر اُن سے پٹا پڑا ہے۔ مارسلّس میرے الفاظ پر غور کرو اور بتاؤ کہ یہ جا بجا بغاوت، ہماری سلطنت کی حدود میں کمی اور زوال کس وجہ سے ہے؟ غور طلب امر یہ ہے کہ یہ سب

باتیں مسیحیوں کی روز افزوں ترقی کیساتھ ساتھ سر اٹھا کر زور پکڑ رہی ہیں۔ کیا تم ان دونوں میں کوئی تعلق نہیں دیکھ سکتے ؟ میں پوچھتا ہوں اِن قباحتوں کا موجب اگر یہ مسیحی فرقہ نہیں تو اور کون ہے ؟"

"اور میں پوچھتا ہوں کہ اُن کا اِن سب اُمور میں کیا حصّہ ہے ؟ اِس سلسلے میں وہ کونسا حربہ استعمال کر رہے ہیں ؟"

"اپنی تعلیمات اور اعمال کا حربہ۔ وہ کہتے ہیں کہ لڑائی کرنا غلط ہے۔ سپاہی ذلیل ترین انسان ہیں اور یہ کہ ہمارا جلیل القدر مذہب جس کے تحت ہم صدیوں خوشحال رہے ہیں لعنتی ہے اور ہمارے غیر فانی دیوتا ملعون شیطان ہیں۔ وہ اپنی تعلیمات سے تہذیب اور اخلاق پر مبنی رسم و رواج کو توڑ دینا چاہتے ہیں۔ اپنی نجی زندگی میں وہ نہایت نفرتی جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سب سے الگ تھلگ رہتے اور خفیہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن اِس کے باوجود بعض اوقات لوگوں کے کانوں میں اُن کے خبیث خطبے اور نفس پرست گانوں کے الفاظ پڑ ہی گئے ہیں۔"

"اگر جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے تو معاملہ خاصا سنگین ہے اور یہ لوگ سخت سزا کے حقدار ہیں۔ مگر تمہارے بیان کے مطابق وہ دوسروں سے علیٰحدہ ہی رہتے ہیں اور اُنکے متعلق زیادہ علم نہیں۔ تم ہی کہو کہ کیا وہ لوگ جن کو کل موت کے گھاٹ اُتار اگیا تھا اپنے چہرے بشرے سے ایسے معلوم ہوتے تھے ؟ کیا اُس عمر رسیدہ شخص کو دیکھنے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اُس نے اپنی زندگی بد اعمالی میں گذاری ہے ؟ کیا وہ قبول صُورت کمسن لڑکیاں شیروں کے حملے کا انتظار کرتے ہوئے نامناسب گانے گا رہی تھیں ؟" مارسلس نے دھیمی آواز میں وہی الفاظ دُہرائے :

"جو ہم سے محبّت رکھتا ہے

اور جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کو گناہوں سے خلاصی بخشی"۔
لوکلس نے کہا "میرے دوست، میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے اُن کا بڑا افسوس ہے"۔

"اگر میں رومی سپاہی نہ ہوتا" مرسلس نے جواب دیا "تو ضرور رو پڑتا۔ لوکلس، تم خود کہتے ہو کہ تم نے یہ سب کچھ اُن سے سُنا ہے جو خود بھی صحیح طور پر نہیں جانتے اور وثوق سے کچھ کہہ سکتے ہیں۔ تم اُنہیں ذلیل، بدکار بلکہ زمین کا کوڑا قرار دیتے ہو مگر میری نگاہیں تصویر کے دوسرے رُخ پر ہیں، اور وہ یہ کہ جب وہ موت کو اپنی تمام ترہولناکیوں کے ساتھ اپنی طرف بڑھتے دیکھتے ہیں تو وہ اُس کا پُر وقار انداز میں دلیری سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ میری دانست میں ایسی عقیدت جس کا کل مسیحیوں نے مظاہرہ کیا روم کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ تم کہتے ہو کہ وہ سپاہیوں سے نفرت کرتے ہیں لیکن وہ خود سپاہیوں سے کہیں زیادہ دلیر ہیں۔ تم کہتے ہو کہ وہ غدار ہیں تاہم وہ قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ تم کہتے ہو کہ وہ ناپاک ہیں تاہم اگر کوئی شخص زمین پر پاکیزگی کا دعویٰ کر سکتا ہے تو اس کا حق اُن معصوم کنواریوں کو پہنچتا ہے جنہوں نے کل آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر نغمہ الاپتے ہوئے اپنی جان دے دی۔"

"تمہیں اُن اچھوتوں کا بہت خیال ہے"۔ لوکلس نے کہا۔

"نہیں، لوکلس، میں فقط حقیقت کو جاننا چاہتا ہوں۔ جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا ہے مَیں اُن کے متعلق ایسی رپورٹیں ہی سُنتا آیا ہوں، لیکن کل پہلی مرتبہ مجھے خیال آیا کہ یہ رپورٹیں غلط بھی ہو سکتی ہیں۔ میں نے تم سے حقائق کو دریافت کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے لیکن تمہاری معلومات

بھی محض قیاس پر مبنی ہیں.... ہاں دنیا میں جہاں کہیں مسیحی ہیں وہ دیانتدار اور صُلح کل ہیں۔ وہ ہنگاموں میں حصّہ نہیں لیتے۔ میرا خیال ہے کہ جن جرائم کا الزام اُن پر لگایا جاتا ہے اُن کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ غریب مارے کیوں جائیں؟"

"شہنشاہ کے پاس ان اقدامات کی یقیناً وجوہات ہوں گی۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ اِس کا سبب شہنشاہ کے لاعلم اور بددیانت مشیر ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ سراسر شہنشاہ کی اپنی منشا اور رضا ہے۔"

"مسیحیوں کی بہت بڑی تعداد اس رضا کی بھینٹ چڑھ چکی ہے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ تعداد کئی ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ تاہم ابھی بہت سے باقی ہیں مگر یہ ہماری دسترس سے باہر ہیں۔ اور ہاں یاد آیا میں تمہارے لئے شاہی فرمان لے کر آیا ہوں۔"

یہ کہہ کر لوکلس نے اپنی فوجی وردی کی تہوں سے ایک لپٹا ہُوا طومار نکال کر مارسلس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ مارسلس نے اُسے کھول کر اُس کی تحریر پر بے تابی سے نگاہ دوڑائی۔ اُس کی تنخواہ کے گریڈ کو بڑھا دیا گیا تھا اور اُسے یہ حکم دیا گیا تھا کہ مسیحیوں کو اُن کی پناہ گاہوں بالخصوص زمین دوز قبرستان سے ڈھونڈ نکالے اور گرفتار کر لے۔

مارسلس نے کسی قدر اُداسی سے یہ سطور پڑھیں اور پھر طومار کو میز پر ایک طرف رکھ دیا۔

"تم خوش نظر نہیں آتے۔" لوکلس نے اُس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے جو ذمہ داری سونپی گئی ہے وہ خوشگوار نہیں۔ میاں! میں سپاہی ہوں۔ اپنے سامنے آنے والے دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کر سکتا ہوں اور اُسے نیچا بھی دکھا سکتا ہوں۔ مگر جلاد کی تلوار کے لئے بوڑھے آدمیوں اور بچوں کو ڈھونڈ نکالنا نہیں چاہتا۔ لیکن میں سپاہی ہوں اور سپاہی کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وُہ حکم کی تعمیل کرے، لہٰذا اُس قبرستان کے متعلق مجھے کچھ بتاؤ۔"

"قبرستان! یہ بذاتِ خود ایک پُورا ضلع ہے جو شہر کے نیچے زیرِ زمین نا معلوم حدود تک پھیلا ہُوا ہے۔ خطرہ کی صورت میں مسیحی وہاں بھاگ جاتے ہیں اور وہ اپنے مُردوں کو بھی عموماً وہیں دفن کرتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر وہ حکومت کی دسترس سے بالکل باہر ہو جاتے ہیں۔"

"اس قبرستان کو کس نے بنایا ہے؟"

"وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ صدیوں پُرانا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ عمارات کے لئے سیمنٹ تیار کرنے کے لئے درکار ریت حاصل کرنے سے بن گیا ہے۔ فی زمانہ مُلک کے لئے جس قدر سیمنٹ درکار ہے وہیں سے آتا ہے۔ تم نے شہر کی شاہراہوں پر بارہا مزدوروں کو ریت کے بورے لاتے دیکھا ہو گا۔ اب اُنہیں اس کے لئے بہت دُور جانا پڑتا ہے کیونکہ سالہا سال کی کھدائی کی وجہ سے ریت کا یہ ذخیرہ بہت دُور اور زیادہ نیچے ہوتا گیا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شہر کی بنیادیں اب زمین کے ایسے خطے پر دھری ہیں جو شہد کے چھتے کی مانند ہے۔"

"کیا اُن میں داخل ہونے کے لئے کوئی باقاعدہ دروازہ ہے؟"

"بے شمار، اور یہی اس کی سب سے بڑی مشکل ہے۔ اگر کم ہوتے تو ہم ان پر پہرہ بٹھا کر ان بھگوڑوں کو قابو میں لا سکتے تھے۔ لیکن موجودہ صورت میں ہمیں

یہ معلوم نہیں کہ کس سمت سے اُن پر حملہ کریں ۔"

"کیا تہہ خانوں کے قبرستان کا کوئی خطہ ایسا بھی ہے جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہو کہ وہاں یقینی طور پر مسیحی آباد ہیں ؟"

"ہاں ۔ کہتے ہیں کہ شاہراہ اپیان سے دو میل کے فاصلے پر سیسیلیاہ میٹیلہ کے مقبرے کے گول گنبد کے نزدیک اکثر لاشیں دیکھنے میں آئی ہیں جن کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مسیحیوں کی لاشیں ہیں جنہیں تماشاگاہ سے دفن کرنے کی غرض سے لایا گیا تھا لیکن سپاہیوں کے تعاقب کے باعث ان لاشوں کو وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ لیکن اِس سے بھی کچھ خاص مدد نہیں ملتی کیونکہ اِن سرنگوں میں داخل ہونے کے بعد بھی مسیحی ہماری دسترس سے اُتنے ہی دُور ہوتے ہیں جتنے وہاں داخل ہونے سے پیشتر، اس لئے کہ اس کے اندر بود و باش کرنے والوں کی مدد کے بغیر کوئی انسان اُس کے گورکھ دھندوں میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا ۔"

"کیا اس کے اندر اور بھی کوئی رہتا ہے ؟"

"زیرِ زمین پیشہ ور کھدائی کرنے والے جو ہماری عمارات کیلئے آج بھی ریت بہم پہنچاتے ہیں ۔ وہ قریباً سب کے سب مسیحی ہیں اور سارا وقت زیرِ زمین رہتے ہیں کیونکہ جب وہ ریت کھودنے سے دم لیں تو مسیحیوں کے بے شمار مُردوں کے لئے قبریں کھودنے میں لگے رہتے ہیں ۔ لہٰذا اِن لوگوں نے اپنی ساری عمر تہہ خانوں کے تیرہ و تار ماحول میں بسر کی ہے ، اور وہ نہ صرف اِس کے ان گنت راستوں سے خود واقف ہیں بلکہ وہ اُن میں رہبری کرنے کا بھی قدرتی ملکہ رکھتے ہیں ۔"

"کیا تمہیں خود کبھی ان تہ خانوں کے اندر جانے کا اتفاق ہوا ہے؟"

"صرف ایک مرتبہ، اور یہ بھی عرصہ کی بات ہے۔ میں ایک کھدائی کرنے والے کی رہبری میں نیچے گیا تھا، اور وہ بھی بالکل تھوڑی دیر کے لئے کیونکہ مجھے تو یوں معلوم ہوتا تھا گویا موت خود وہاں سائیں سائیں کرتی پھر رہی ہے۔ اُن تہ خانوں کے متعلق میں نے سُن تو رکھا تھا۔" مارسلس نے کہا مگر مجھے اُن کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ اتنی پرانی جگہ کے متعلق عام لوگوں کی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کیا رہبری کیلئے اُجرت پر کھدائی کرنیوالوں کی خدمات کو حاصل نہیں کیا جا سکتا؟"

"نہیں۔ وہ مسیحیوں سے بے وفائی کرنا گوارا نہیں کرتے۔"

"کیا کسی نے ایسا کرنے کی کوشش بھی کی ہے؟"

"یقیناً۔ لہٰذا بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض شخص رہبری کرنے پر رضامند ہو گئے اور افسرانِ عدلیہ کو وہاں لے گئے۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد یہ افسر راستے کے بے شمار چکروں سے چکرا گئے۔ اور مشعلوں کے بجھ جانے سے اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ اُنہیں آگے جانے کی بجائے لوٹ آنے ہی میں اپنی خیریت نظر آئی، لہٰذا وہ اپنا سا منہ لے کر ناکام لوٹ آئے۔ اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ یہ رہبر یہ اعلان کرتے ہیں کہ مسیحی خطرے کی بو پا کر بھاگ کر کسی ایسے حصے میں پہنچ گئے جس کا انہیں علم نہیں، اور اس طرح پھرتے پھراتے وہ سپاہیوں کو عین اسی جگہ لے آتے ہیں جہاں سے تلاش کا آغاز ہوا تھا۔"

"کیا اب تک کوئی بھی ایسا نہیں ملا جو تلاش کو آخر تک جاری رکھ کر مسیحیوں کو ڈھونڈ لینے میں کامیاب ہوا ہو؟"

"تلاش جاری رکھنے والے بھی کسی خاطر خواہ نتیجے پر نہیں پہنچے کیونکہ اس صورت میں اُن کے رہبر اُنہیں راستوں کی بھُول بھلیوں ہی میں متواتر چکر دیتے رہتے ہیں۔"

"کیا کہیں سے ایسے لوگ نہیں مل سکتے جو مسیحیوں سے بے وفائی کرنے پر آمادہ کیئے جاسکیں؟"

"بعض مرتبہ کوئی نہ کوئی شخص ہاتھ لگ جاتا ہے۔ لیکن وہاں پہنچنے پر خطرے کی بُو پاتے ہی مسیحیوں کی جماعت بے شمار راستوں سے آناً فاناً غائب ہو جاتی ہے اور دلیری کے دعوے دار ایک دُوسرے کا منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میری کامیابی کے امکانات بھی حوصلہ افزا نہیں۔"

"مجھے تم سے اتفاق ہے" تاہم تمہاری دُور اندیشی اور دلیری کی بنا پر حکومت نے تم سے بڑی بڑی اُمیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ اگر تم اس مشن میں کامیاب ہو جاؤ تو یوں سمجھو کہ تم نے عمر بھر کے لئے میدان مار لیا —— لیکن مجھے اب چلنا چاہیئے۔ جو معلومات میں مہیا کر سکتا تھا تمہارے گوش گذار کر چکا ہوں اور باقی تفصیلات تم کسی کھدائی کرنے والے سے دریافت کر سکتے ہو۔ خیر باد" اور یہ کہہ کر لوکس وہاں سے رُخصت ہو گیا۔

اُس کے جانے کے بعد مارسلس میز پر کہنیاں ٹکائے اور دونوں ہاتھوں پر ٹھوڑی رکھے گہری سوچ میں کھو گیا۔ اُس کے خیالات مصیبت زدہ مسیحیوں، اُن کی گرفتاری، اپنی کامیابی یا ناکامی کے مسائل

کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے ہوئے بار بار ایک ہی مقام پر رک جاتے یعنی تماشا گاہ میں اُن کی موت کے منظر پر آکر رُک جاتے جہاں اُس کی چشم تصور کے سامنے کمسن لڑکیوں کی آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی نگاہوں کا نقشہ نہایت صفائی سے اُبھر آتا، اور اُس کے ساتھ ہی اُسے فتح کے شادیانے کی مانند اُن کا شیریں نغمہ اپنے کانوں میں گونجتا ہوا سنائی دیتا:

"جو ہم سے محبت رکھتا ہے
اور جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کو گناہوں سے خلاصی بخشی۔
اُس کا جلال اور سلطنت ابد الآباد رہے"۔ آمین۔

تیسرا باب

شاہراہ اپیآن

مارسلس فطرتاً کسی کام میں تاخیر کا قائل نہ تھا۔ مسیحیوں کی گرفتاری کا حکم نامہ حاصل کرنے کے بعد دوسرے ہی دن اُس نے اِس سلسلے میں کوئی عملی قدم اُٹھانے کی ٹھانی۔ لیکن چونکہ وہ ابھی اُن کے متعلق ذاتی طور پر صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا، اس لئے اُس نے اپنے ساتھ سپاہیوں کو لینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ تن تنہا شہر سے نکل کر اُس سڑک پر آنکلا جو شاہراہ اپیآن کہلاتی ہے۔

اس مشہور شاہراہ کے دونوں طرف شاندار مقبرے تھے، اور چونکہ اِن کی خوب دیکھ بھال ہوتی تھی اِس لئے یہ سب کے سب قدیم ہونے کے باوجود نہایت اچھی حالت میں تھے۔ اِس سڑک سے کچھ فاصلے پر قریب قریب بنے ہوئے بنگلے اور مکانات اِس امر کی عکاسی کرتے تھے کہ شہر کی طرح یہاں بھی آبادی گنجان ہے۔

چلتے چلتے مارسلس ایک عظیم گول مینار تک پہنچا جو پھاٹک سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ مینار پیلے رنگ کی چٹان کے بڑے بڑے پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس پر نہایت نفاست لیکن سادگی

سے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ اِس کا ٹھوس طرزِ تعمیر گویا زبانِ حال سے یہ کہہ رہا تھا کہ میں نے وقت کے سرد گرم تھپیڑوں کا دلیرانہ مقابلہ کیا ہے۔

یہاں پہنچ کر مارسلس کے قدم خود بخود رُک گئے، اور اُس نے وہیں کھڑے ہو کر پیچھے نگاہ دوڑائی۔ نووارد شخص کے لئے روم کا ہر منظر نئی دلچسپی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ تاہم شاہراہ اپیان کے دونوں طرف کے مقبرے اُسے سب سے زیادہ متاثر کرتے تھے۔ یہ مقبرے عہدِ ماضی کے اُن ذی شان اشخاص کی آخری آرام گاہیں ہیں جنہوں نے اپنے دور میں کسی وجہ سے شجاعت یا شرافت میں نام پیدا کیا تھا۔ اُن پر کندہ الفاظ اُن کی عظمت اور فضیلت کا برملا اظہار کرتے تھے مگر آئندہ زندگی میں اُن کے مقام کے متعلق اُن کے خیالات مشکوک و مبہم معلوم ہوتے تھے۔ آرٹ اور دولت نے اِن ذی شان یادگاروں کو پروان چڑھایا تھا اور بعد ازاں ہر دَور کے لوگوں کی عقیدت نے اُنہیں محفوظ رکھا تھا۔

زمین کا چپّہ چپّہ انسانی بستیوں سے ڈھکا ہُوا تھا کیونکہ یہ قدیم شہر مدت ہوئی اُن حدود سے تجاوز کر کے باہر آ چکا تھا جو ابتدا میں اُس کی بنیاد رکھتے وقت اُس کے لئے تجویز کی گئی تھیں۔ بلکہ مکانات کے دُور تک پھیلے ہُوئے سلسلے کو دیکھ کر یہ کہنا مشکل ہو گیا تھا کہ شہر کی حد کہاں ختم ہوتی ہے اور دیہات کہاں سے شروع ہوتے ہیں۔

اب شہر سے بے شمار رتھوں کی آواز، اَن گنت افراد کے قدموں کی چاپ اور زندگی کی گہما گہمی کی گونج دبی دبی سی اُس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ جب اُس نے پیچھے شہر کی طرف نظر ڈالی تو اُسکے سامنے سفید تابناک قصرِ شاہی

بڑے بڑے مندر اور عظیم یادگاریں تھیں اور ان سب سے بلند کودکیتولیان تھا جس کی چوٹی پر جوپیٹر دیوتا کا مندر اُس کے حسن کو چار چاند لگا رہا تھا۔

اُس کے گرد و پیش فنِ تعمیر کے بیش بہا نمونے تھے۔ یہ روم کے قدیم شرفاء کی مایۂ ناز یادگاریں تھیں اور ان پر کندہ الفاظ مرحوموں کی جوانمردی، ذہانت، شجاعت، دولت اور دیگر خوبیوں کی نشاندہی کرتے تھے۔ یہ تمام عمارات پرانے مُلحد مذہب کے اثر کا ٹھوس ثبوت تھیں۔ لیکن ایک حقیقت جو ان سب کا جائزہ لینے سے کھُل کر سامنے آتی تھی وہ یہ تھی کہ اِس ظاہری شان و شوکت کا انسانی رُوح سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اِن مقبروں پہ کندہ الفاظ اُن کی عاقبت اور دائمی سکون کے متعلق یکسر خاموش تھے۔ ان میں ابدی زندگی کی تسلّی نہیں بلکہ موجودہ جہان کی مُسرّتوں کی مایوس کر دینے والی آرزو نظر آتی تھی۔

مارسلئس زندگی اور موت کے متعلق ایسے ہی خیالوں میں مستغرق کھڑا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میں مسیحیوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں میں نے انہیں اُس سے جو میں نے اپنے فلاسفروں سے حاصل کیا کہیں زیادہ پایا ہے۔ نہ صرف انہوں نے موت کی ہیبت پر غلبہ پالیا ہے بلکہ وہ خوشی دلشادمانی سے مرنا جانتے ہیں۔ ہمارے ہاں فلسفے کی تمام تر کتابیں یہ گُر نہیں بتاسکتیں جو یہ مسیحی جانتے ہیں۔ آخر اُن میں وہ کیا خفیہ طاقت ہے جو کمسن بچوں، کمزور عورتوں اور ضعیف بوڑھوں کو بھی بخوشی موت قبول کرنے پہ آمادہ کر دیتی ہے؟ اور اُن کے نغمے کے بھی کوئی خفیہ معنی ہوں گے۔ میرا مذہب تو زیادہ سے زیادہ مجھے ایک غیر یقینی اُمید دلاسکتا ہے کہ میں اگلے جہاں میں شائد ناخوش نہیں ہوں گا۔ مگر مسیحیوں کا دین اُن کو فاتحانہ خوشی کے شادیانے گاتے

ہوئے جان دینے کی توفیق دے سکتا ہے۔ میں ضرور اُن سے اس عجیب قوت کا راز دریافت کر کے رہوں گا....

یہ خیال آتے ہی اُسے یاد آیا کہ سرِ دست پہلا مسئلہ مسیحیوں کی تلاش ہے۔ وہ اس امر میں کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے۔ بہت سے لوگ اس کے پاس سے گذر رہے تھے مگر اُسے کوئی ایسا نظر نہ آیا جو اس سلسلے میں اُس کی مدد کرتا۔ اُس کے گرد مندر۔ مقبرے۔ دیواریں۔ مینار اور چھوٹی بڑی کئی عمارتیں تھیں مگر ان سب میں کوئی عمارت ایسی نہ تھی جس کا زیرِ زمین گورستان سے کوئی تعلق ہو۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

چلتے چلتے وہ ایک گلی میں پہنچا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہوئے سامنے آنے والے ہر چہرے کو بغور دیکھتا، تاہم اس سے بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ البتہ اس سے اُس پر یہ حقیقت ضرور واضح ہو گئی کہ ظاہری شکل و صورت سے اُن کو پہچاننا مشکل ہے۔ وقت گذرتا گیا اور سائے ڈھلنے شروع ہو گئے۔

تاہم مارسلّس ہار ماننے کو تیار نہ تھا۔ اُسے یاد تھا کہ اِس گورستان میں کئی راستے جاتے ہیں۔ وہ اُن میں سے کسی ایک کی تلاش میں مارا مارا پھر تا رہا۔ اب تک وہ اِس گلی میں آگے پیچھے کئی چکر لگا چکا تھا۔ سورج بالکل غروب ہونے کو تھا۔ اچانک اُس کی تیز نگاہ ایک شخص پر پڑی جو مخالف سمت کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک لڑکا تھا۔ وہ آدمی سادہ لباس پہنے ہوئے تھا جس پر ریت، مٹی اور نمی کے دھبے پڑے تھے۔ اُس کی رنگت پیلی تھی گویا برسوں سے قید میں رہا ہو۔ غرض اُس کا حلیہ ایسا تھا جو یکدم

مارسلس کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ مارسلس اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا
"تم زیرِ زمین کھدائی کرنے والے ہو؟ میرے ساتھ آؤ۔"
اُس آدمی نے نگاہ اُٹھائی تو اپنے سامنے فوجی افسر کو کھڑے دیکھا۔
وہ بے حد خوف زدہ ہو گیا اور سرپٹ بھاگ نکلا۔ اِس سے پہلے کہ مارسلس
اُس کا تعاقب کرتا وہ ایک چھوٹی گلی میں داخل ہو کر نظروں سے غائب
ہو گیا لیکن مارسلس نے پھرتی سے لڑکے کو پکڑ لیا۔
"میرے ساتھ آؤ۔"
بے چارے لڑکے نے اُس کو اِس قدر ہراساں ہو کر دیکھا کہ
مارسلس کا دل پسیج گیا۔ لڑکا اُس کے قدموں پر گر کر بولا
"جناب مجھ پر رحم کیجئے۔ میری ماں کی خاطر مجھ پر رحم کیجئے۔ اگر میں وقت
پر گھر واپس نہ گیا تو وہ بے چاری فکر سے مر جائے گی۔"
مارسلس نے جواب دیا "فکر نہ کرو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں
پہنچاؤں گا۔"
یہ کہہ کر وہ اُسے آنے جانے والوں سے ذرا ایک طرف لے گیا اور بولا
"سچ سچ کہو۔ تم کون ہو؟"
"میرا نام پولیو ہے" لڑکے نے ڈرتے ہوئے جواب دیا۔
"تم کہاں رہتے ہو؟"
"روم میں۔"
"یہاں کیا کر رہے تھے؟"
"میں ایک کام سے گیا ہوا تھا۔"
"وہ آدمی کون تھا؟"

"زیرِ زمین کھدائی کرنے والا۔"
"تمہارا اس کے ساتھ کیا کام تھا؟"
"وہ میرے لئے سامان کی گٹھڑی اُٹھا کر لا رہا تھا۔"
"اس گٹھڑی میں کیا تھا؟"
"کھانے پینے کی چیزیں۔"
"تم ان اشیاء کو کہاں لے جا رہے تھے؟"
"ایک ضرورت مند کے پاس۔"
"وہ کہاں رہتا ہے؟"
"یہاں سے کچھ زیادہ دُور نہیں۔"
"کیا تمہیں زیرِ زمین گورستان کے تہہ خانوں کا کچھ علم ہے؟"
"ہاں"
"کیا تم وہاں کبھی گئے ہو؟"
"ہاں مجھے اُن میں سے چند ایک میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔"
"کیا تم وہاں رہنے والوں میں سے کسی کو جانتے ہو؟"
"ہاں۔ وہ شخص جسے آپ نے میرے ساتھ دیکھا تھا وہیں رہتا ہے۔"
"اوہ! اب میں سمجھا کہ تم اس کے ساتھ وہیں جا رہے تھے۔"
"اس اندھیرے میں میرا وہاں کیا کام ہو سکتا ہے!" لڑکے نے نہایت معصومیت سے کہا۔
"یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں۔ خیر یہ بتاؤ کہ تم وہاں جا رہے تھے یا نہیں؟"
"وہاں جانے کی جرأت کون کر سکتا ہے جبکہ اس کی ممانعت ہے!"
مارسیلس بولا "شام ہو گئی ہے۔ چلو میرے ساتھ اُس مندر میں پُوجا

کے لئے چلو"۔ لڑکے نے کسی قدر ہچکچاتے ہوئے کہا
" معاف کیجئے مجھے گھر جانے کی جلدی ہے"۔
"تم میرے قیدی ہو۔ میں دیوتاؤں کی پوجا پاٹ میں کبھی لاپرواہی نہیں کرتا۔ تم میرے ساتھ چل کر میرا ہاتھ بٹاؤ"۔
"میں ایسا نہیں کر سکتا" لڑکے نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
"کیوں؟"
"میں مسیحی ہوں"۔
"اچھا! تو یہ بات ہے! تم مسیحی ہو اور زمین دوز گورستان میں تمہارے ساتھی ہیں اور اب تم وہیں جا رہے تھے۔ اُنہی کے لئے تم وہ کھانے پینے کی اشیاء لئے جا رہے تھے۔ اور وہ کام بھی جس کے لئے تم اپنے ٹھکانے سے باہر آئے تھے، اُن کی خاطر تھا"۔
لڑکے نے اس پر خاموشی سے اپنا سر جھکا دیا۔
"سُنو، مجھے اُن تہہ خانوں کے دروازے تک لے جاؤ"۔
"جناب مجھ پر رحم کیجئے، میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اپنے ساتھیوں سے غداری نہیں کر سکتا"۔
"تمہیں اُن سے غداری کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہزار ہا راستوں میں سے کسی ایک کی نشاندہی کرنے سے تم اُن کو پکڑوا نہیں سکتے۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ سپاہیوں کو ان دروازوں کا علم نہیں ہے؟"
لڑکا کچھ دیر کے لئے سوچ میں پڑ گیا پھر وہ مان گیا۔
مارسلتس نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور لڑکا شاہراہ اپیان سے دائیں ہاتھ کو مُڑ گیا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک خالی مکان تک

پہنچے جس میں سے ہو کر وہ تہ خانے میں داخل ہوئے۔ یہاں پر ایک دروازہ تھا جو بظاہر الماری کا دروازہ معلوم ہوتا تھا۔ لڑکے نے اُس کی طرف اشارہ کیا اور خود رُک گیا۔ لیکن مارسلس فیصلہ کُن لہجے میں بولا

"مَیں نیچے جانا چاہتا ہوں۔"

"آپ یقیناً اکیلے جانا پسند نہ کریں گے۔"

اکیلے جانے سے خوف نہیں کھاتا۔ مَیں جانتا ہوں کہ مسیحی کسی کو قتل نہیں کرتے۔ چلو آگے بڑھو۔"

"میرے پاس مشعل نہیں۔"

"میرے پاس مشعلیں ہیں مجھے معلوم تھا کہ ان کی ضرورت پڑیگی۔"

"جناب میں آپ کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔"

"کیا تم انکار کر رہے ہو؟"

"اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں جناب۔ میرے رشتہ دار نیچے ہیں مَیں اُن کو پکڑوانے سے پہلے خود موت کے منہ میں جا سکتا ہوں۔"

"تم بڑے دلیر ہو۔ تمہیں کیا پتہ کہ موت کس چیز کو کہتے ہیں۔"

"عالی جاہ! مَیں ایسا بھی انجان نہیں۔ میں نے موت کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ میں نے اپنے دوستوں میں سے بہتوں کو مرتے دیکھا ہے اور بارہا مَیں نے اُن کو دفن کرنے میں بھی حصّہ لیا ہے اِس لئے کوئی مسیحی ایسا نہیں جو موت سے ڈرتا ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میں آپ کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔ آپ مجھے شوق سے قید خانے میں لے جا سکتے ہیں۔"

"لیکن اگر میں تمہیں گرفتار کر لوں تو تمہارے ساتھی کیا سمجھیں گے؟ کیا تمہاری ماں ہے؟"

ماں کا لفظ سُنتے ہی لڑکے کا سر جُھک گیا۔ اُس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے۔ مارسلّس نے کہا

"میں جان گیا کہ تمہاری ماں زندہ ہے اور تم اُسے بہت پیار کرتے ہو۔ تم مجھے راستہ دکھاؤ گے تو ضرور اُس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔"

"جناب مجھے مرنا منظور ہے مگر اُن سے بے وفائی نہیں کرونگا۔ آپ مجھ سے جو مناسب سمجھیں سلوک کریں۔"

"اگر میں کسی بُرے منصوبے سے آتا تو کبھی تن تنہا نیچے جانے پر آمادہ نہ ہوتا۔"

"جناب فوجی افسر کو مسیحیوں کے ساتھ کیا کام ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ وہ اُنہیں ہلاک کر ڈالے۔"

"بھئی۔ مَیں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ میں کسی بُرے ارادے سے نہیں آیا۔ اگر تم میری راہنمائی کرو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی معلومات کو تمہارے ساتھیوں کے خلاف استعمال نہیں کروں گا بلکہ زیرِ زمین تو میں تم لوگوں کا قیدی ہوں گا۔ تم جو جی چاہے میرے ساتھ کر سکتے ہو۔"

"کیا آپ اپنے وعدے پر قائم رہیں گے کہ اُنہیں دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے اور نہ اُن کا راز افشا کریں گے؟"

"میں قیصر کی حیات اور لافانی دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اُن سے غداری نہیں کروں گا۔"

"تو پھر آئیے۔ ہمیں مشعلوں کی ضرورت نہیں۔ آپ میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں۔"

یہ کہہ کر لڑکا تنگ دروازے میں داخل ہو گیا۔

چوتھا باب

زمین دوز قبرستان

مارسلس لڑکے کے چوغے کو پکڑ کر اُس کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا۔ اسی طرح چلتے چلتے وہ آخرکار ایسی جگہ پہنچے جہاں راستہ نسبتاً چوڑا ہو گیا تھا۔ یہاں نیچے اترنے کے لئے سیڑھیاں تھیں۔ اترنے کے بعد وہ کچھ دیر تک ہموار راستے پر چلتے رہے۔ ظاہر تھا کہ لڑکا اس راستے سے پوری طرح واقف ہے۔

اب وہ دیوار کے اندر کھدے ہوئے ایک چھوٹے کمرے تک پہنچ گئے تھے۔ یہ کمرہ انگیٹھی میں سلگتی ہوئی آگ کی مدھم روشنی سے روشن تھا۔ یہاں پر لڑکے نے فرش پہ پڑی ہوئی مشعل کو اٹھایا اور اُسے روشن کر کے ہاتھ میں لئے آگے بڑھا۔

مارسلس کی بجائے کوئی اور شخص ہوتا تو یہاں تک پہنچتے پہنچتے ڈر کے مارے اُس کی جان میں جان نہ رہتی۔ وہ اپنے آپ کو ایسے لوگوں کے حوالے کر رہا تھا جنہیں اُس کے ہم مذہب نے اس قدر پریشان کر رکھا تھا کہ وہ ناچار سورج کی روشنی کو خیرباد کہہ کر زیرِ زمین رہنے پہ مجبور ہو گئے تھے۔ وہ اُن سے کسی قسم کے نیک سلوک کی توقع نہ

کر سکتا تھا کیونکہ وہ اُسے فقط ایذا رساں ہی کی حیثیت سے جانتے تھے، تاہم اُس نے اُن کے حلم اور نرم مزاجی کا جو تاثر لیا تھا اُسی کی وجہ سے وہ بلا خوف چلا جا رہا تھا۔ اگر وہ لڑکا چاہتا تو اندھیرے میں راستے کی بھول بھلیوں میں اسے اکیلا چھوڑ سکتا تھا مگر مارسلس کا اُس پر پورا اعتماد تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔

مسیحیوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کا جذبہ اُسے آگے بڑھنے پہ مجبور کر رہا تھا۔ وہ در اصل اُن کی خفیہ قوّت کے سرچشمہ کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا اور اپنی قسم کے عین مطابق اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ معلومات کو اُن کے خلاف استعمال نہیں کریگا۔

لڑکا بدستور آگے آگے چلا جا رہا تھا۔ مشعل کی ملگجی روشنی گھُپ اندھیرے کے دُھندلکوں کو کسی قدر کم کرنے میں مدد دے رہی تھی۔ یہ وہ اندھیرے تھے جن کی شدید تاریکی کو آفتاب کی کوئی کرن کبھی پاش نہ کر سکی تھی۔ مشعل کی روشنی چند قدم کے فاصلے کو روشن کر کے خود تاریکی میں گُم ہو جاتی تھی۔ اب راستہ بل کھاتا ہُوا جا رہا تھا۔ قدم قدم پر موڑ آتے تھے۔ اچانک پولیو نے رُک کر نیچے کی طرف اشارہ کیا۔

مارسلس نے اندھیرے میں گھُورتے ہُوئے اپنے سامنے ایک غار سا دیکھا جہاں سے راستہ مزید نیچے جاتا تھا۔ وہ اُسے ایسا گڑھا دکھائی دیا جس کا کوئی پیندہ نہ ہو۔

"یہاں سے راستہ کدھر کو جائیگا؟"

"نیچے کو۔"

"کیا نیچے اور بھی راستے ہیں؟"

"ہاں جتنے اوپر ہیں اُتنے ہی نیچے اور اُس سے بھی نیچے کئی اور۔ مجھے اب تک ان راستوں کی تین مختلف منزلوں سے گذرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور پرانے کھدائی کرنے والے کہتے ہیں کہ بعض جگہوں میں یہ راستے بہت گہرے چلے گئے ہیں۔"

راستے میں اب تک اس قدر پیچ و خم آچکے تھے کہ مارسلّس کے دماغ میں مقام اور سمت کا کوئی تصوّر باقی نہ رہا تھا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ دروازے سے چند ہی قدم یا بہت سے فرلانگ دُور ہے۔

گہری تاریکی کے پہلے تاثر کا احساس جب کسی قدر کم ہوا تو اُس نے اپنے اردگرد اس جگہ کے عجائب کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ راستے کے دونوں طرف دیوار کے ساتھ ساتھ تختیاں نصب تھیں۔ اِن تختیوں پہ کندہ الفاظ سے اُس نے معلوم کیا کہ یہ مسیحیوں کی قبریں تھیں۔ اس وقت کھڑے ہو کر کتبے پڑھنے کا موقع نہ تھا تاہم ایک لفظ جو قریباً ہر قبر پہ کندہ تھا "اطمینان" کا لفظ تھا ـــــ مثلاً

ہنسوریا ـــ	ابدی اطمینان میں سوتی ہے۔
فوستتا	با اطمینان راحت کناں۔

تقریباً ہر تختی پہ آرام یا اطمینان کے پیارے لفظ دیکھ کر مارسلّس سوچنے لگا کہ یہ مسیحی کتنے عجیب لوگ ہیں جو اتنے مایوس کن ماحول میں بھی موت سے مرعوب نہیں ہوئے۔

رفتہ رفتہ مارسلس کی آنکھیں اردگرد کے اندھیرے سے اور زیادہ مانوس ہوگئیں۔ اُس نے دیکھا کہ راستہ زیادہ تنگ اور چھت نیچی ہوگئی تھی یہاں تک کہ وہ جُھک کر چلنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ کھُردری دیواریں تاحال اُسی حالت میں تھیں جس میں وہاں سے ریت نکالنے والے مزدوروں نے اُنہیں چھوڑا تھا۔ زیرِ زمین نمی اور کائی نے پھیل کر جابجا دیواروں پر اپنا رنگ جمایا ہوا تھا جس سے ہوا میں نمی رچ گئی تھی۔ ادھر مشعلوں سے اُٹھنے والا دھوآں گھُٹن والی نم دار فضا کو اور زیادہ ناگوار بنا رہا تھا۔

اس دوران کئی مقام ایسے آئے جہاں دیگر اطراف کو راستے نکلتے تھے اور کئی ایسے تھے جہاں بہت سی اطراف سے راستے مل جاتے تھے۔ اِن مختلف راستوں سے مارسلس کو یہ احساس ہوا کہ اُوپر کی دنیا سے اُس کا رابطہ قطعاً منقطع ہو چکا ہے اور اب اُس کی زندگی اُس لڑکے کے ہاتھ میں ہے۔ اُس نے کہا

"کیا بعض دفعہ لوگ راستوں میں بھٹک بھی جاتے ہیں؟"

"اکثر۔"

"پھر اُن کا کیا حشر ہوتا ہے؟"

"بعض اوقات وہ پھرتے پھراتے اتفاقیہ ساتھیوں سے آملتے ہیں اور کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ایسے غائب ہوتے ہیں کہ پھر کبھی دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن اب ہم میں سے بہت سے اِن راستوں سے اتنی اچھی طرح واقف ہیں کہ اگر گمراہ ہو بھی جائیں تو جلد ہی مانوس راہوں میں آنکلتے ہیں۔"

ایک اور بات جس نے جوانسال فوجی کو متاثر کیا وہ چھوٹی قبروں کی ان گنت تعداد تھی۔ پولیو نے اُسے بتایا کہ یہ چھوٹے بچوں کی قبریں ہیں۔ اس ذکر نے اُسے سوچ و بچار کے لئے نیا مواد مہیا کیا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی جگہ میں معصوم بچوں کا کیا کام۔ اُن کو اُوپر کیوں نہ دفن کیا گیا جہاں کم از کم سورج کی روشنی اُن کی قبروں پر پڑتی اور اُن پر خوبصورت پھول اُگائے جا سکتے ہیں کیا وہ بچے اپنی چند روزہ زندگی کو اِن تاریک راہوں میں گھوم پھر کر ختم کر گئے ؟ کیا اُنہوں نے بڑوں کے ساتھ گوناگوں اذیتوں کو برداشت کرنے میں حصّہ لیا ؟ کیا اِس ناگوار ماحول اور نہ ختم ہونے والی تاریکی نے اُنہیں وقت سے پہلے ہی موت کا لقمہ بنا دیا ؟

وُہ اِن ہی سوالوں کے متعلق سوچتے سوچتے اچانک بول اُٹھا

" ہم کب تک وہاں پہنچیں گے ؟ خاصی دیر ہو گئی ہے "

" بہت جلد" پولیو نے جواب دیا۔

اگر تہہ خانوں کی ان بھول بھلیوں میں داخل ہونے سے پیشتر مارسلس کے دماغ میں مسیحیوں کی گرفتاری کے منصوبے ہوتے بھی تو یہاں آ کر اُس نے اِس حقیقت کو واضح طور پہ جان لیا کہ اُن منصوبوں پر عملدر آمد ہونا قطعی ناممکن ہے۔ پوری فوج اس میں داخل ہونے کے بعد بھی اپنے مقصد میں کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ مسیحیوں کو پکڑنے کی غرض سے نیچے جس قدر دُور ہو جائینگے وہ خود اُسی قدر زیادہ اُن کے رحم و کرم پر ہوں گے اور ان پیچیدہ راستوں ہی میں بھٹک کر دم توڑ دیں گے۔

تب دُور سے آنے والی ایک دھیمی آواز سے اُس کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ موسیقی کی یہ آواز مدھم اور نہایت سُریلی تھی۔ وہ آسمان کے فرشتوں

کی صدا معلوم ہوتی تھی۔

چند قدم اور چلنے پر اُنہیں ایک روشنی دکھائی دی۔ گانے کی آواز اب بڑی صفائی سے سُنائی دے رہی تھی۔ یہ آواز کبھی حمد کے کورس میں بلند ہوتی اور کبھی مناجات کے انداز میں مدھم ہوجاتی۔ آواز کی شیرینی اور اُس کا زیر دبم اُس کو اور زیادہ دلنشیں بنا رہا تھا۔

چند لمحوں کے بعد وہ ایک موڑ پر پہنچے۔ پولیو نے اپنی مشعل کو پھونک مارتے ہوئے مارسلس کا بازو تھام کر ٹھہرنے کے لئے کہا۔ مارسلس بڑے انہماک سے پیشِ نظر منظر کو دیکھنے لگا۔

اُس کے سامنے ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جس کی اُونچائی ۵ ا فٹ اور لمبائی چوڑائی تیس فٹ مربع تھی، اس میں حاضرین کی تعداد ۱۰۰ کے لگ بھگ تھی جن میں مرد، عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔

کمرے کے ایک سرے پر ایک منبر تھی جس کے پیچھے ایک قابلِ احترام بزرگ آدمی کھڑا تھا۔ وہ ان کا پیشوا معلوم ہوتا تھا۔ روشنی کے لئے یہاں بھی مشعلوں سے کام لیا گیا تھا۔ مارسلس نے دیکھا کہ سب لوگ دُبلے پتلے اور کمزور دکھائی دیتے ہیں۔ اِن سب کی رنگت اُسی طرح پیلی تھی جیسی اُس نے پولیو کے ساتھی کے چہرے پر دیکھی تھی۔ لیکن اس وقت ان کمزور چہروں پر غم یا پریشانی یا نااُمیدی نہیں تھی۔ بلکہ اس کے برعکس خوشی اور فتح کی چمک تھی۔ نیز اُن کی آنکھوں میں اُمید کے دیئے جگمگا رہے تھے۔ اِس منظر نے اُسے رُوح کی گہرائیوں تک جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے اب تک مسیحیوں میں جس اطمینان، اُمید اور بلند حوصلے کو پایا ہے وہ خود اِس سے یکسر محروم ہے۔

وہ ابھی حیران کھڑا اُن کے کردار پر غور کر رہا تھا کہ جماعت نے آواز

بلند پھر سے گانا شروع کیا ۔ ایک ایک لفظ صفائی سے سُنائی دے رہا تھا۔

اَے خداوند خدا قادرِ مطلق!
تیرے کام بڑے اور عجیب ہیں
اَے ازلی بادشاہ! تیری راہیں راست اور درست ہیں۔
اَے خداوند! کون تجھ سے نہ ڈرے گا؟
اور کون تیرے نام کی تمجید نہ کرے گا؟
کیونکہ صرف تُو ہی قدُّوس ہے
اور سب قومیں آکر تیرے سامنے سجدہ کریں گی۔
کیونکہ تیرے انصاف کے کام ظاہر ہو گئے ہیں۔

بعد میں محترم رہنما نے ایک طومار میں سے کچھ حصّے کی تلاوت کی جو مارسلس کے لئے بالکل نیا تھا۔ اس میں ایمانداروں کی اگلے جہان میں مبارک حالی بڑے پُراثر الفاظ میں بیان کی گئی تھی ۔ جماعت اُن الفاظ کو یوں ہمہ تن گوش سُن رہی تھی گویا ان ہی الفاظ پر اُن کی زندگی کا دارو مدار ہو۔ اب جماعت دبی زبان میں کلماتِ تشکر پڑھ رہی تھی کیونکہ اُن کا راہنما فاتحانہ انداز میں ذیل کے الفاظ پڑھ رہا تھا:

"اَے موت تیری فتح کہاں رہی؟
موت کا ڈنگ گناہ ہے اور گناہ کا زور شریعت ہے۔
مگر خدا کا شکر ہے جو ہمارے خداوند یسوعؔ مسیح کے وسیلہ سے ہم کو فتح بخشتا ہے۔"

ان الفاظ نے اُس کے ذہن میں افکار کی نئی دنیا کو جنم دیا، اور اس کا دماغ گناہ، موت، مسیح اور اُن کے ساتھ وابستہ خیالات کی

آماجگاہ بن گیا۔ اُس کے ساتھ ہی مسیحیوں کے راز کو معلوم کرنے کی دیرینہ خواہش اپنے عروج کو پہنچ گئی۔

اب اُس کی توجہ پھر سے سامنے کے منظر پر مرکوز ہو گئی کیونکہ اُن کا راہنما سر کو اُوپر کئے، ہاتھ بڑھائے خدا کے حضور دعا کر رہا تھا۔

سب سے پہلے اُس نے اَن دیکھے خدا کے حضور اقرار کیا کہ ہم سب نالائق ہیں اور اُس کے بعد شکر ادا کیا کہ مسیح کا خون انہیں تمام گناہ سے پاک کرتا ہے۔ پھر اُس نے منّت کی کہ خدا کا پاک روح اُن کو نیک اور پاک باز بننے کی توفیق بخشے۔

بعد ازاں جماعت کی موجودہ مشکلات اور تکالیف کو اُس کے حضور پیش کر کے التجا کی کہ وہ اُنہیں اُن سے رہائی بخشے، اور اُنہیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ سب جیتے جی اپنے کردار سے ایمان اور اپنی موت کے وقت فتح کا مظاہرہ کر سکیں۔

پھر پہلے کی طرح ایک اور گیت گایا گیا۔

”دیکھ خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے
اور وہ اُن کے ساتھ سکونت کرے گا اور وہ اُس کے لوگ ہونگے۔
اور خدا آپ اُنکے ساتھ رہے گا اور اُن کا خدا ہو گا۔
اور وہ اُن کی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دے گا۔ اس کے بعد نہ موت رہے گی اور نہ ماتم رہے گا۔ نہ آہ و نالہ نہ درد۔ پہلی چیزیں جاتی رہیں۔
حمد اور تمجید اور حکمت اور شکر اور عزّت اور قدرت اور طاقت ابدالآباد ہمارے خدا کی ہو۔ آمین!“

اب جماعت برخاست ہوئی۔ پولیو مارسلس کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔

اُس کے فوجی لباس اور چمکتے اسلحہ کو دیکھ کر سب خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ وہ مختلف راستوں سے بھاگنے ہی کو تھے کہ مارسلکس نے بآوازِ بلند اُن سے کہا:

"ڈرو مت۔ میں اکیلا ہوں اور آپ لوگوں کے قبضے میں ہوں"

اس پہ وہ مُڑ کر اُسے تجسّس بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے جن سے تاحال خوف و ہراس دُور نہ ہُوا تھا۔ وُہ بزرگ جس نے عبادتی اجلاس میں اُن کی رہبری کی تھی مارسلکس کی طرف بڑھا اور غور سے اُسے دیکھنے لگا۔ پھر اُسے مخاطب کر کے بولا

"آپ کون ہیں اور کیوں یہاں آئے ہیں ؟ کیا آپ ہمیں ہماری آخری آرام گاہ میں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیں گے ؟"

"میں کسی بُری نیّت سے یہاں نہیں آیا۔ میں بالکل اکیلا ہوں۔ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ اس وقت تو میں آپ کے رحم و کرم پہ ہوں۔"

"لیکن ایک سپاہی بلکہ فوجی افسر کا ہمارے ساتھ کیا کام ہو سکتا ہے ؟ کیا آپ کی زندگی خطرے میں ہے ؟"

"نہیں ! ایسی کوئی بات نہیں !۔ میں ایک اُونچے عہدے کا افسر ہوں۔ تمام عمر میں حق کا متلاشی رہا ہوں۔ میں نے مسیحیوں کے متعلق بہت کچھ سُن رکھا ہے۔ لیکن ایذا رسانی کے اِن ایام میں شہر روم میں کسی سے ملاقات کرنا ممکن نہ تھا، لہٰذا میں آپ کی تلاش میں یہاں چلا آیا۔"

اب اُس بزرگ نے لوگوں کو اشارہ کیا کہ چلے جائیں تاکہ وہ نووارد

سے تنہا بات کر سکے۔ اِس پر وہ سب اطمینان کا سانس لے کر مختلف راستوں پر ہو لیے۔

ایک پیلی رنگت والی دُبلی پتلی باوقار خاتون پولیو کی طرف بڑھیں اپنے بازو پھیلا کر بولیں

"میرے بیٹے تم نے بہت دیر لگا دی؟"

"ہاں امّی جان۔ اِس افسر کے ساتھ مُٹھ بھیڑ ہو جانے سے دیر ہو گئی۔ مجھے بہت افسوس ہے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ تم سلامت ہو۔ لیکن یہ صاحب کون ہیں؟"

"میرا خیال ہے وہ ایک پُر خلوص فوجی افسر ہے۔"

راہنما نے کہا "تھوڑی دیر ٹھہرو سیسیلیاہ!"

خاتون نے ایسا ہی کیا اور بعض دیگر افراد بھی اُس کے ساتھ چُپ چاپ کھڑے ہو گئے۔

بزرگ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا

"میں ہینوریئس ہوں اور مسیح کی کلیسیا کا ناچیز خادم۔ میرا خیال ہے آپ پُر خلوص اور ہمدرد انسان ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ آپ ہم سے کیا طلب کرتے ہیں؟"

"میرا نام مارسِلَس ہے اور میں شہنشاہ کے محافظ سپاہیوں کا کپتان ہوں۔" "افسوس" — اور یہ کہہ کر بوڑھا آدمی صدمے کی حالت میں کُرسی کی پُشت سے جا ٹکرایا۔ پاس کھڑے ہوئے افراد یاس بھری نگاہوں سے "مارسلس" کو ٹکر ٹکر دیکھنے لگے۔ اور خاتون سیسیلیاہ چلّا کر بولیں "اوہ پولیو! تم نے ہمیں پکڑوا دیا ہے!"

پانچواں باب

مسیحیوں کا راز

مارسلس یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اُس کا نام سُنتے ہی وُہ اِس قدر خوفزدہ کیوں ہو گئے ہیں۔ قدرے توقف کے بعد وہ بولا۔

"کیا آپ میری وجہ سے خوفزدہ ہیں؟"

ہنوریئس نے جواب دیا۔ "افسوس اگرچہ ہم شہر بدر ہیں اور یہاں گویا مُردوں کے ساتھ بودوباش رکھتے ہیں تاہم شہر کے ساتھ ہمارا متواتر رابطہ قائم ہے اور ہمیں پل پل کی خبر ملتی رہتی ہے۔ ہم نے سُنا ہے کہ حکومت ہم لوگوں کی ایذارسانی کے لئے نئے اقدامات کا عزم رکھتی ہے اور یہ اقدام پہلے کی نسبت زیادہ سخت اور کڑے ہوں گے۔ نیز ہم نے یہ سُنا ہے کہ آپ کو ہماری بیخ کنی کی مہم پر تعینات کیا گیا ہے۔ اب آپ ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کیا ہم خوف کھانے میں حق بجانب نہیں؟ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ کیا آپ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ نہیں سکتے؟"

مارسلس نے کہا "اگر میں آپ کا بدترین دشمن بھی ہوتا تو اُس صورت میں بھی آپ کو مجھ سے خائف ہونے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اِس وقت میں آپ کے قبضے میں ہوں۔ اگر آپ مجھے یہاں نظر بند کرنا چاہیں تو میں فرار نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ مجھے مار ڈالنا چاہیں تو میں مزاحمت نہیں کر سکتا۔ میں